نغمۂ روح

از

منشی پریم چند

آدھی رات، ندی کا کنارا، آسمان کے ستارے ساکن تھے، ندی کے ستارے لہروں کے ساتھ رواں، ایک نغمۂ فردوس کی دلکش یا روح پرور، مستانہ صدائیں اس خاموش اور تاریک منظر پر اس طرح چھا رہی تھیں جیسے دل پر امیدیں چھائی رہتی ہیں۔

رانی منورما نے آج گرو دیکشا کی تھی۔ سارے دن دان اور برت میں مصروف رہنے کے بعد میٹھی نیند کی گود میں سو رہی تھی۔ دفعتاً آنکھیں کھلیں اور یہ دل کش صدائیں کانوں میں پہنچیں۔ بے قرار ہو گئی، جیسے پروانہ شمع کو دیکھ کر، صبر کی تاب نہ رہی، جیسے چیونٹی شکر کی بو پاتے ہی بیتاب ہو جاتی ہے۔ اٹھی اور دربانوں، چوکیداروں کی نگاہیں بچاتی ہوئی راج محل سے باہر نکل آئی جیسے نالۂ دردوں سن کر آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔

ساحل پر خاردار جھاڑیاں تھیں۔ اونچے لگاؤ تھے، خوفناک جانور تھے، ان کی ہیبت ناک صدائیں تھیں، لاشیں تھیں اور ان سے زیادہ ڈراؤنا ان کا خیال تھا۔ منورما ناز و نزاکت کی پتلی تھی پر نغمۂ شیریں کی کشش اسے ایک عالم محویت میں کھینچے لئے جاتی تھی، خطروں سے بے خبر۔

وہ گھنٹوں سرگرم رفتار رہی یہاں تک کہ ندی راستہ میں حائل ہو گئی۔

(۲)

منورما نے بے بسی کے ساتھ ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ کنارے پر

ایک کشتی نظر آئی۔ قریب جا کر بولی۔ مانجھی! میں اس پار جاؤں گی۔ اِس دلکش راگ نے مجھے بیتاب کر دیا ہے۔

مانجھی۔ رات کو ناؤ نہیں کھول سکتا' ہوا تیز ہے۔ لہریں ڈراؤنی۔ جان جوکھم ہے۔

منورما۔ میں رانی منورما ہوں۔ ناؤ کھول دے۔ مُنہ مانگی مزدوری دوں گی۔

مانجھی۔ تب تو ناؤ کسی طرح نہیں کھول سکتا۔ رانیوں کا اس ندی میں گزارا نہیں۔

منورما۔ چودھری تیرے پاؤں پڑتی ہوں۔ جلد ناؤ کھول دے۔ میری روح اس طرف کھنچی چلی جاتی ہے۔

مانجھی۔ کیا انعام ملے گا۔

منورما۔ جو تو مانگے۔

مانجھی۔ آپ ہی کہہ دیں۔ میں گنوار کیا جانوں۔ رانیوں سے کیا چیز مانگنی چاہئے۔ کہیں کوئی ایسی چیز نہ مانگ بیٹھوں جو آپ کی شان کے خلاف ہو۔

منورما۔ میرا یہ ہار نہایت بیش قیمت ہے۔ میں اسے کھیوے میں دیتی ہوں۔

منورما نے گلے سے ہار نکالا۔ اس کی ضیا سے مانجھی کا چہرہ روشن ہو گیا۔ وہ منہ اور کرخت جس پر ایک مدت دراز کی سیاہی نے جھریاں

ڈال دی تھیں۔

دفعتاً منورما کو ایسا معلوم ہوا کہ نغمہ کی صدا قریب تر ہو گئی شاید کوئی عارف اپنی خود مستی کے عروج میں اُس ساحل پر بیٹھا ہوا فرضِ تاریک کو مترنم کر رہا ہے۔ رانی کا سینہ اچھلنے لگا۔ آہ کتنا دل سوز نغمہ تھا۔ اس نے بے صبر ہو کر کہا۔ مانجھی اب دیر نہ کرو۔ ناؤ کھول، میں ایک لمحہ بھی صبر نہیں کر سکتی۔

مانجھی۔ اس ہار کو لے کر میں کیا کروں گا؟

منورما۔ سچے موتی ہیں۔

مانجھی۔ اور بھی مصیبت۔ مانجھن گلے میں ڈال کر پڑوسیوں کو دکھائیگی وہ سب ڈاہ سے جلیں گی۔ اسے گالیاں دیں گی۔ کوئی چور دیکھ لے گا تو اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے گا۔ میری سنسان جھونپڑی میں دن دھاڑے ڈاکہ پڑ جائے گا۔ لوگ چوری کا اپرادھ لگائیں گے۔ نہیں مجھے یہ ہار نہ چاہیئے۔

منورما۔ تو کچھ تو مانگ وہی دوں گی۔ لیکن دیر نہ کر۔ مجھے اب صبر نہیں ہے۔ انتظار کی مطلق تاب نہیں۔ اس راگ کی ایک ایک تان میری روح کو تڑپائے رہتی ہے۔

مانجھی۔ اس سے اچھی کوئی چیز دیجئے۔

منورما۔ آہ ظالم تو مجھے باتوں میں لگائے رکھنا چاہتا ہے۔ میں جو دیتی ہوں وہ لیتا نہیں۔ آپ کچھ مانگتا نہیں۔ تجھے کیا معلوم میرے دل کی

اس وقت کیا حالت ہو رہی ہے میں اس روحانی نغمے پر اپنا سب کچھ قربان کر سکتی ہوں۔

مانجھی۔ اور کیا دیجئے گا۔

منورما۔ میرے پاس اس سے بیش قیمت کوئی چیز نہیں ہے لیکن تو ابھی ناؤ کھول دے تو وعدہ کرتی ہوں کہ تجھے اپنا محل دیدوں گی۔ جسے دیکھنے کے لئے شاید کبھی تو بھی گیا ہو۔ خالص سنگ مرمر ہے۔ ہندوستان میں اس کا ثانی نہیں۔ اب ایک لمحہ بھی دیر نہ کر۔

مانجھی۔ (ہنس کر) اس محل میں رہ کر مجھے کیا آرام ملے گا۔ اُلٹے سارے بھائی بند دشمن ہو جائیں گے۔ اس ناؤ پر مجھے اندھیری رات میں بھی ڈر نہیں لگتا۔ آندھی چلتی رہتی ہے اور میں اس پر پڑا رہتا ہوں لیکن وہ محل تو دن ہی کو پھاڑ کھائے گا۔ میرے گھر کے آدمی تو اس کے ایک کونے میں سما جائیں گے۔ اور آدمی کہاں سے لاؤں گا۔ میرے نوکر چاکر کہاں۔ اتنا مال اسباب کہاں؟ اس کی صفائی اور مرمت کہاں سے کراؤں گا۔ اس کی پھلواریاں سوکھ جائیں گی۔ اس کی کیاریوں میں گیدڑ بولیں گے۔ اور اٹاریوں پر کبوتر اور ابابیلیں گھونسلے بنائیں گی۔

منورما دفعتاً ایک عالم مستی میں اچھل پڑی اُسے معلوم ہوا کہ نغمہ قریب تر آ گیا ہے۔ اس کی نزاکت اور لطافت زیادہ روشن ہو گئی تھی۔ جیسے بتّی اکسا دینے سے چراغ زیادہ روشن ہو جاتا ہے پہلے دلکش تھا تو اب ولولہ خیز ہو گیا تھا۔ منورما نے بیتاب ہو کر کہا آہ! تو پھر تو اپنی زبان سے

کیوں نہیں کچھ مانگتا۔ اُف کتنا معرفت انگیز راگ ہے۔ کتنا وجد میں لانے والا۔ میں اب مطلق صبر نہیں کر سکتی۔ پانی نشیب میں جانے کے لئے جتنا بے قرار ہوتا ہے۔ سانس ہوا کے لئے جتنی بے قرار ہوتی ہے۔ بو اڑ جانے کے لئے جتنی بے قرار ہوتی ہے میں اس نغمہ کے لئے اتنی ہی بے قرار ہوں۔ اس نغمہ میں کوئل کی سی مستی ہے۔ پپیہے کا درد ہے۔ شیاما کا گداز ہے۔ اس میں آبشاروں کا زیر ہے طوفان کا بم ہے۔ اس میں وہ سب کچھ ہے۔ جس سے معرفت بیدار ہوتی ہے۔ جس سے روح وجد کرتی ہے۔ جس سے قلب مرتعش ہوتا ہے ماںجھی اب ایک سیکنڈ کی دیر بھی میرے لئے عذاب موت ہے، جلد ناؤ کھول۔ جس پھول کی یہ مہک ہے، جس چراغ کی یہ روشنی ہے اس تک مجھے پہنچا دے۔ میں دیکھ نہیں سکتی۔ اس نغمہ کا خالق کہیں قریب ہی بیٹھا ہوا ہے۔ بہت قریب۔

ماںجھی۔ آپ کا محل میرے کام کا نہیں۔ میری جھونپڑی اس سے کہیں زیادہ سہاؤنی ہے۔

منورما۔ ہائے تو اب تجھے کیا دوں۔ یہ نغمہ نہیں ہے۔ اس فضائے وسیع کی نزہت ہے۔ یہ سارے پھولوں کی راحت ہے۔ ساری شیرینیوں کا عطر ہے۔ ساری حلاوتوں، ساری کیفیتوں کا خلاصہ ہے، ناؤ کھول میں جب تک جیوں گی تیری خدمت کروں گی۔ تیرے لئے پانی بھر دوں گی تیرے جھونپڑے کی خاکروبی کروں گی ہاں میں تیری راہ کے کنکر چنوں گی تیرے جھونپڑے کو پھولوں سے سجاؤں گی، تیری ماںجھی کے پیر ملوں گی۔ پیارے ماںجھی اگر میرے پاس سو جانیں ہوتیں تو اس نغمے

کے نذر کرتی۔ ایشور کے لئے اب مجھے مایوس نکر۔ میرے صبر کا آخری قطرہ خشک ہو گیا ہے۔ اب اس اشتیاق میں شعلہ کی سوزش اور جلن ہے۔ اب یہ سر تیرے قدموں پر ہے

یہ کہتے کہتے منورما ایک جنون اور وجد کی حالت میں مانجھی کے قریب جاکر اس کے پیروں پر گر پڑی کہ اُسے ایسا معلوم ہوا گویا وہ نغمہ روح پرکسی شمع روشن کی طرح نور برساتا ہوا میری طرف چلا آتا ہے۔ اس کے روئیں کھڑے ہو گئے۔ وہ مست ہو کر جھومنے لگی۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں ہوا میں اڑی جاتی ہوں۔ اسے اپنے پہلو میں ستارے جھلملاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اس پر ایک بیخودی کا سرور چھا گیا۔ اور تب وہی مستانہ نغمہ، وہی دلکش راگ، اس کے منہ سے نکلنے لگا۔ وہی آب حیات کی بوندیں اس کے لبوں سے ٹپکنے لگیں۔ وہ خود اس نغمہ کا منبع تھی۔ ندی پار سے آنے والی روح پرور صدائیں اس کے منہ سے نکل رہی تھیں۔

منورما کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہو گیا تھا۔ اور آنکھوں سے پریم کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔

تمام شد